الایام: مجلس برائے تحقیق اسلامی تاریخ وثقافت، کراچی   جلد:۳، شمارہ:۲، جولائی-دسمبر۲۰۱۲ء

جنگ صفین اور خوارج کا ظہور (قسط:۲)

نگار سجاد ظہیر

Abstract

The Period 656-661 (35-40 Hijri) is probably the most obscure and controversial period in the whole of Islamic History, during the period of civil war three deadly battles were fought between the political groups of Muslims, battle of Jamal, Siffin and Naharwan, one of the most decisive battle in the history of Muslims is battle of Siffin (June, July 657), whose far reaching effects had been carving history at least for a couple of century. Battle of Siffin was the beginning of the end of pious caliphate on one hand and caused emergence of Kharjites on the other hand by which, unity and integrity of Ummah came to an end, In this paper Socio-Political causes for emergence of Kharijites will be examined by the help of original sources.

جیسا کہ پچھلی قسط میں بھی لکھا گیا کہ مسلمانوں میں فتنہ وفساد کا آغاز تیسرے خلیفۂ راشد سیدنا عثمان غنیؓ کے خلاف بغاوت سے ہوا۔ یہ افسوس ناک سرکشی ان کی مظلومانہ شہادت پر منتج ہوئی۔ ان کی شہادت پر ایک باغی نے بڑی نخوت سے کہا تھا ''عثمان قتل ہو گئے اور دو بکریاں بھی آپس میں نہ لڑیں''۔ یہ سن

کر صحابی رسول حضرت عبداللہ بن سلام ۱؎ نے کہا ''خلیفۃ المسلمین کے قتل پر گائیں اور بکریاں نہیں لڑتیں بلکہ لوگ ہتھیاروں سے جنگ کرتے ہیں، اللہ کی قسم، عثمان کے قتل پر موجود لوگ ہی نہیں بلکہ وہ لوگ بھی قتل کیے جائیں گے جو ابھی اپنے آباء کی صلب میں ہیں اور پیدا نہیں ہوئے ہیں''۔ ۲؎ حضرت عبداللہ بن سلامؓ کی یہ پیش گوئی حرف بہ حرف درست ثابت ہوئی۔

قصاص عثمان کے حوالے سے پہلی جنگ، جنگ جمل تھی جس کا تذکرہ گذشتہ قسط میں کیا جا چکا ہے۔ اگلے ہی سال یعنی صفر ۳۷ھ/جولائی ۶۵۷ء میں قصاص عثمان کے لئے ایک اور خونریز جنگ ''صفین'' کے مقام پر سیدنا علی اور سیدنا امیر معاویہ کے عساکر کے درمیان ہوئی۔ واقعہ جمل اور جنگ صفین کے درمیان چھ مہینے اور تیرہ دن کا فصل تھا۔ ۳؎ جنگ جمل سے فارغ ہوکر سیدنا علی بصرہ سے واپس کوفہ پہنچے اور اپنے بعض عاملوں کو اپنی بیعت لینے کا حکم دیا اسی مقصد سے حضرت جریر بن عبداللہ بجلی کو امیر معاویہ کے پاس بھیجا۔ امیر معاویہ قاصد کو جواب دینے میں تاخیر کرتے رہے، اس دوران جریر بن عبداللہ بجلی نے اہل شام کے جذبات کا اچھی طرح مشاہدہ کیا اور واپس آکر سیدنا علی کو بتایا کہ اہل شام کے جذبات قتلِ عثمان کی وجہ سے بہت بھڑکے ہوئے ہیں وہ آپ (یعنی علیؓ) کو قتلِ عثمان کا ذمہ دار سمجھتے ہیں اور ان سے جنگ کے لیئے تیار ہیں ۴؎ سیدنا علی نے امیر معاویہ سے جنگ کی تیاری شروع کی اور کوچ کر کے مقام نخیلہ میں چھاونی ڈالی۔ حضرت امیر معاویہ نے بھی جنگی تیاریوں کے بعد کوچ کیا۔ دونوں فوجوں کا آمنا سامنا صفین کے میدان میں ہوا۔

صفین کا علاقہ رقّہ کے قریب دریائے فرات کے مغربی جانب واقع تھا ۵؎ یہ غیر معروف علاقہ، اس جنگ کے باعث جو حضرات علی و معاویہ کی افواج کے درمیان لڑی گئی، تاریخ کے صفحات میں ہمیشہ کے لیئے محفوظ ہوگیا ہے۔ یہ جنگ ایک سو بیس دن (تقریباً سوا تین مہینے) جاری رہی جس میں دونوں طرف کے ستر ہزار مسلمان شہید ہوئے۔ ان میں سیدنا علی کی فوج کے پچیس ہزار اور حضرت معاویہ کی فوج کے پینتالیس ہزار افراد قتل ہوئے۔ ۶؎ سیدنا علی کی فوج کے شہداء میں پچیس بدری صحابہ بھی شامل تھے ۷؎ مسعودی کے مطابق جنگ صفین میں سیدنا علی کا ساتھ دینے کے لیئے جو اصحاب بدر شریک ہوئے ان کی مجموعی تعداد ستاسی تھی۔ جن میں سترہ مہاجرین اور ستر انصار تھے۔ یہ سب کے سب ''اصحاب الشجرۃ'' (یعنی وہ صحابہ جو بیعت رضوان میں شریک تھے) بھی تھے۔ ۸؎ ان کی تعداد میں خاصا اختلاف ہے، یعقوبی کے

مطابق جنگ صفین میں حضرت علی کے ہمراہ اصحاب بدر میں سے ستر افراد تھے اور اصحاب الشجرہ میں سے سات سو افراد شامل تھے۔ باقی انصار و مہاجرین میں سے چار سو تھے جبکہ حضرت معاویہ کے ساتھ انصار میں سے صرف نعمان بن بشیر اور مسلمہ بن مخلد تھے [9] ابن کثیر نے بیان کیا ہے کہ جنگ صفین میں اصحاب بدر میں سے صرف ایک (خزیمہ بن ثابت) یا دو (سہل بن حنیف اور ابوایوب انصاری) کے علاوہ کوئی بدری صحابی نہیں تھا۔ مورخین کا یہ بہت بڑا اختلاف ہے۔ ۲ اور ۸۷ میں بہت فرق ہے۔ ابن حبیب بغدادی نے اپنی کتاب المحبّر میں ان اصحاب کے نام گنوائے ہیں جو جنگ صفین کے موقع پر حضرت علی یا حضرت امیر معاویہ کی فوج میں تھے۔ [10]

بہرحال حضرت علی کے ساتھ تقریباً نوے ہزار اور حضرت امیر معاویہ کے ساتھ ایک لاکھ بیس ہزار کی فوج تھی۔ یہ فوجیں صفین کے مقام پر آمنے سامنے تین ماہ بیس دن تک صف آراء رہیں۔ دونوں کے درمیان گفت وشنید کا سلسلہ بھی جاری رہا اور جھڑپوں کا بھی۔ دریائے فرات سے پانی لینے کے لیئے بھی دونوں طرف کے افراد آتے جاتے اور ایک دوسرے سے ملتے جلتے رہے۔ جنگ کا انداز یہ تھا کہ تمام ماہ ذی الحجہ میں تقریباً ہر روز ایک چھوٹا لشکر اپنے اپنے قائدین کی سربراہی میں دونوں طرف سے نکلتا، جنگ ہوتی اور دونوں لشکری شام تک اپنے زخمی اور دوسرے کے قیدی لے کر اپنے پڑاو میں واپس چلے جاتے۔ ابتداء میں اس طرح کی متعدد لڑائیوں میں کسی کا پلا بھاری نہ تھا۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس نے دوسرے پر غلبہ حاصل کرلیا جو لوگ گرفتار ہوتے انہیں رہا کردیا جاتا [11] جنگ موقوف ہونے کے بعد یہ آزادنہ میدان جنگ میں پھرتے، اپنے مقتولین کو تلاش کرتے، ایک دوسرے سے بات چیت بھی کرلیا کرتے۔ جو لوگ گرفتار ہوتے انہیں رہا کردیا جاتا [12] فریقین عام جنگ سے گریز کررہے تھے کیونکہ دونوں ہی کو معلوم تھا کہ جنگ کا مطلب پورے عرب کی بربادی ہے۔ [13] صلح کے امکان کی گنجائش باقی رکھنے کی غرض سے فریقین اس پر متفق تھے کہ ماہِ حرام یعنی محرم ۳۷ھ (مطابق ۱۹/جون تا ۱۸/جولائی ۶۵۷ء) میں جنگ بند رکھی جائے۔ [14] اس التواء سے خیرخواہان امت کو ایک مرتبہ پھر مصالحتی کوششوں کا موقع مل گیا لیکن یہ کوششیں رائیگاں گئیں۔

باوجود اس کے کہ حضرت امیر معاویہ اس جنگ کو ممکنہ حد تک ٹالنا چاہتے تھے، صفر ۳۷ھ/جولائی ۶۵۷ء میں سیدنا علی نے عام جنگ کا اعلان کردیا [15] حضرت علی اور معاویہ میں جنگ شروع ہوئی تو

حضرت عبداللہ بن عباس نے شروع میں ہی پیش گوئی کردی کہ اس جنگ میں معاویہ اور ان کے ساتھی، علی اوران کے اصحاب پر غالب آجائیں گے اور اس کی وجہ یہ بیان کی کہ قرآن میں ارشاد ہے ومن قتل مظلوماً فقد جعلنا لولیه سلطاناً [جو شخص مظلوم قتل کیا جاتا ہے ہم اس کے ولی کو طاقت عطا کردیتے ہیں] ١٦ یہ چند روزہ جنگ انتہائی شدید تھی، دونوں طرف سے ہزاروں افراد قتل اور زخمی ہوئے۔ اس جنگ میں قبائلی عصبیت کارفرما نہیں تھی بلکہ ایک ہی قبیلے کے کچھ لوگ حضرت معاویہ کی طرف تھے تو کچھ حضرت علی کی طرف، بلکہ حضرت علی نے ہر قبیلہ کو حکم دیا کہ شام کی طرف سے جو ان کے ہم قبیلہ لوگ تھے ان کا مقابلہ کریں ١٧ صرف یہی نہیں کہ ایک ہی قبیلہ کے افراد ایک دوسرے کے مدمقابل تھے، بلکہ بعض اوقات دو بھائی بھی ایک دوسرے کے مدمقابل تھے مثلاً حضرت علی کے بھائی عقیل، معاویہ کے لشکر میں شامل تھے۔ اسی طرح حضرت خالد بن ولید کے ایک بیٹے عبدالرحمٰن سپاہِ شام کے کمانڈر تھے تو دوسرے بیٹے عراقی معسکر میں تھے ١٨ قیس ابن یزید امیر معاویہ کی طرف تھے اور ان کے بھائی عمرطہ ابن یزید لشکر علی میں تھے۔ ایک موقع پر دونوں مدمقابل ہوئے لیکن مقابلہ سے گریز کیا اور واپس چلے گئے ١٩ عرب کا بہادر شہ سوار حجل بن آثال جو عراقی لشکر میں تھا، اپنے باپ آثال کے مدمقابل آیا جو شامی سپاہ میں بہادر سپہ سالار جانا جاتا تھا جب دونوں نے ایک دوسرے کو پہچانا تو لوٹ گئے۔ ٢٠

اس عام جنگ میں حضرت عمار بن یاسر ٢١ بھی شہید ہوئے، لشکر میں ان کی موجودگی سے شیعیان علی تقویت حاصل کرتے تھے کیونکہ ان کے بارے میں یہ حدیث مشہور تھی کہ ان کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ ٢٢ حضرت عمرو بن العاص کے بیٹے حضرت عبداللہ نے بھی اپنے والد کو یہ حدیث اس دن یاد دلائی تھی جب عمار شہید ہوگئے تھے ٢٣ مشہور صحابی حضرت خزیمہ بن ثابت، جن کی گواہی دو افراد کے برابر تھی، انہوں نے ابتداً جنگ صفین میں حصہ نہیں لیا تھا مگر جب عمار ابن یاسر قتل ہوگئے تو انہوں نے حضرت علی کی طرف سے جنگ میں حصہ لیا اور قتل ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ کو یہ کہتے سنا ہے تقیل عماراً الفئة الباغیة یعنی عمار کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی۔ ٢٤ حضرت زبیر بن العوام کو جب معلوم ہوا کہ حضرت عمار بن یاسر بھی (جنگ جمل کے موقع پر) حضرت علی کے ساتھ ہیں تو وہ اپنے موقف کے متعلق شش و پنج میں پڑ گئے تھے ٢٥ بعد میں ایک اور بار یاد دلانے پر وہ میدان جنگ سے لوٹ گئے تھے۔

واقعۂ تحکیم:

جب جنگ نے طول کھینچا تو بالاخر فیصلہ کن معرکہ ہوا جو جمعہ کی ساری رات اور جمعہ کے دن جاری رہا۔ یہ ١٠صفر/٢٨ جولائی کی انتہائی ہولناک رات تھی اور تاریخ میں "لیلة الھریر" کہلاتی ہے ٢٦ اس معرکہ میں انتہائی شدید خونریزی ہوئی اور ہزاروں افراد قتل ہوئے، اس صورت حال سے پریشان ہوکر حضرت عمرو بن العاص نے حضرت امیر معاویہ کو مشورہ دیا کہ قرآن مجید کے چند نسخے نیزوں پر اٹھوائیں جن سے رمزاً یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ لڑائی بند ہوجانی چاہئے اور فیصلہ کتاب اللہ پر چھوڑ دینا چاہئے۔ امیر معاویہ کی فوج کے سپاہیوں نے قرآن مجید کے کوئی پانچ سو نسخے نیزوں پر باندھ کر بلند کیئے اور دمشق میں حضرت عثمان کا روانہ کردہ مصحفِ اعظم بھی، جو اتنا بڑا تھا کہ پانچ نیزوں پر باندھا گیا اور اسے پانچ سپاہیوں نے اٹھایا ٢٧ اہلِ شام نے نیزوں پر مصحف اٹھائے اور کہا خدائے بزرگ و برتر کی کتاب ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرے گی، یہ فیصلہ ان پر بھی نافذ ہوگا جو حدودِ شام میں ہیں اور ان پر بھی نافذ ہوگا جو حدودِ عراق میں ہیں۔ ٢٨

قرآن کو نیزوں پر اٹھانے کا یہ پہلا واقعہ نہیں ہے۔ اس سے قبل جنگ جمل میں بھی حضرات عائشہ، طلحہ اور زبیر کی فوج نے قرآن کو نیزوں پر اٹھایا تھا، لیکن علوی فوج نے اس کی پرواہ نہیں کی تھی اور ابن السوداء کے ساتھیوں نے قران برداروں کو قتل کردیا تھا۔ ٢٩

بہرحال اس موقع پر حضرت عمرو بن العاص کے خیال کے عین مطابق نہ صرف جنگ بند ہوگئی بلکہ حضرت علی کے لشکر میں اختلاف بھی پیدا ہوگیا۔ بہت سے لوگوں نے جن میں قرا (کثرت سے قرآن پڑھنے والے) ٣٠ اور آگے جاکر خارجی ہونے والے افراد شامل تھے، حضرت علی کو مجبور کیا کہ جنگ بند کریں اور قرآن سے رجوع کریں۔ حضرت علی، ان کا سپہ سالار اشتر نخعی، حضرت عبداللہ بن عباس، عدی بن حاتم، عمرو بن الحمق اور فوج کا ایک حصہ ایسا نہیں چاہتے تھے لیکن وہ لوگ جن میں قرا بھی شامل تھے اور جو آگے چل کر خارجیت کے راستے پر چل نکلے مثلاً مسعر ابن فدکی تمیمی، ابن الکوا اور زید ابن حصین الطائی نے حضرت علی کو مجبور کیا کہ وہ جنگ موقوف کریں۔ انہوں نے کہا "اے علی، جب آپ کو اللہ کی کتاب کی طرف بلایا جارہا ہے تو اس کو قبول کیجئے۔ ورنہ ہم آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو ان کے حوالے کردیں گے، یا آپ کے ساتھ بھی وہی سلوک کریں گے جو ابن عفان کے ساتھ کیا ہے"۔ ٣١ اس سے یہ بجا طور پر ثابت ہوجاتا ہے کہ علوی لشکر میں قاتلین عثمان موجود تھے۔ حضرت علی کو بخوبی اندازہ ہوگیا کہ فتنہ کا آغاز ہوگیا

ہے۔ان کی فوج کی بڑی تعداد انہیں جنگ بندی پر مجبور کر رہی تھی یہاں تک کہ سیدنا علی کو اپنی فوج، جو اس وقت اشتر نخعی کی سرکردگی میں جنگ کر رہی تھی، کو واپس بلانا پڑا۔ اس موقع پر اشعث ابن قیس ۳۲ نے حضرت علی سے اجازت مانگی کہ وہ امیر معاویہ سے ملاقات کر کے ان کا عندیہ معلوم کرنا چاہتا ہے۔ حضرت علی کی اجازت سے اشعث ابن قیس معاویہ کے پاس گیا اور ان سے پوچھا کہ انہوں نے قرآن نیزوں پر کیوں بلند کیئے؟ حضرت معاویہ نے جواباً کہا کہ ہم اور تم اس کی طرف رجوع کریں جس کا حکم اللہ نے اپنی کتاب میں دیا ہے تم بھی اپنی پسند کا ایک آدمی نامزد کرو ہم بھی اپنی پسند کا ایک آدمی نامزد کریں اور ان پر لازم کر دیں کہ جو کچھ کتاب اللہ میں ہے اس پر عمل کریں اور اس سے تجاوز نہ کریں اور جس امر پر ان کا اتفاق ہو جائے ہم اس کی پیروی کریں''۔ ۳۳

اشعث ابن قیس اس پر متفق ہو کر آیا اور حضرت علی کو اس پر مجبور کیا کہ وہ امیر معاویہ کی پیش کردہ تجویز منظور کر لیں۔ یہ ایک نئی صورت حال ترتیب پارہی تھی، جو حضرت علی کے لشکریوں کے لیئے مزید فتنے کا باعث بن سکتی تھی، کیونکہ حضرت علی کے لشکر میں نہ ہی اتحاد و اتفاق تھا نہ ہی وہ اپنے امیر (یعنی حضرت علی) پر ایسا بھروسہ اور اعتماد کرتے تھے جو کرنا چاہیئے تھا۔ اس سے قبل بھی ان کے بعض لشکری ان پر عدم اعتماد کا اظہار کرتے رہے تھے۔ ۳۴

بہر حال ابتداً اہل عراق نے اس تجویز کا خیر مقدم کیا تاہم خود حضرت علی، اشتر نخعی، عبداللہ ابن عباس اور فوج کے ایک حصے نے اسے مجبوراً مانا جبکہ اہل شام بخوشی اس پر راضی تھے یوں "**نفس تحکیم رجلین**" (یعنی دو آدمیوں کے حکم بنانے کے فیصلے پر) اجماع منعقد ہو گیا ۳۵ اہل شام کی طرف سے حضرت عمرو بن العاص حکم مقرر ہوئے جبکہ اہل عراق پھر اس پر مختلف الرائے ہو گئے۔ حضرت علی کی اپنی رائے عبداللہ بن عباس یا اشتر نخعی کی طرف تھی لیکن اہل عراق نے شدت سے انکار کیا۔ اشعث بن قیس، زید بن حصین اور مسعر ابن فدکی نے بزور اصرار کیا کہ ابو موسیٰ اشعری کو حکم بنایا جائے۔ یعقوبی اس حوالے سے اشعث ابن قیس کا جارحانہ رویہ بیان کرتا ہے اس کے مطابق جب حضرت علی نے حکم کے طور پر عبداللہ بن عباس یا اشتر نخعی کا نام لیا تو اشعث نے جھگڑا کیا اور کہا ''دو مضری ہمارا فیصلہ نہ کریں گے آپ ابو موسیٰ اشعری کو بھیجیں'' سارے یمانی قبائل اس موقع پر اشعث کے ہم خیال ہو گئے۔ اشتر کا ان سے شدید جھگڑا ہوا ۳۶ بہر حال حضرت علی اپنے لشکر میں جتھے بندی، اختلاف اور فتنے سے بچنے کے لئے دوسری بار ایک ایسا فیصلہ

کرنے پر مجبور ہوگئے جو ان کا فیصلہ نہیں تھا۔

سیدنا علی، حضرت ابوموسیٰ اشعری کو حکم بنانے پر راضی نہیں تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری جب گورنر کوفہ تھے تو لوگوں کو حضرت علی کے ساتھ جنگ پر جانے سے روکتے تھے، ۳۷ بلکہ انہوں نے حضرت علی کو بھی کوفہ آنے سے روکا تھا۔ اس کے جواب میں حضرت علی نے حضرت ابوموسیٰ اشعری کو سخت سست کہتے ہوئے لکھا تھا کہ ''جب تمہارا طرزِ عمل ہمارے ساتھ روز اول ہی سے ایسا ہے تو آگے چل کر ہمیں تم سے تعاون کی کیا امید ہوسکتی ہے'' اس کے ساتھ ہی آپ نے ابوموسیٰ اشعری کو کوفہ کی گورنری سے معطل کر کے ان کی جگہ قرظہ بن کعب انصاری کو گورنر مقرر کر کے کوفہ روانہ کر دیا تھا۔ ۳۸

احنف بن قیس ۳۹ نے جو مدبرین عرب میں سے تھے، اس موقع پر حضرت علی کو مشورہ دیا کہ ابوموسیٰ کے ساتھ دوسرے یا تیسرے درجے میں ان کو بھی نامزد کر دیا جائے تاکہ وہ حالات کو سنبھال سکیں، لیکن اہل عراق نے اس تجویز کو بھی رد کر دیا ۴۰ حضرت علی سے احنف بن قیس نے کہا تھا کہ آپ کا پالا دنیا کے محکم ترین اور عرب کے مدبرین سے پڑا ہے دوسری طرف میں ابوموسیٰ کو گونگا سمجھتا ہوں، وہ سست گفتار اور بے کار شخص ہیں۔ اس کام کے لیئے تو وہی شخص مناسب ہوسکتا ہے جو اپنے مدمقابل کے اتنا قریب بھی ہوسکے گویا وہ اس کی مٹھی میں ہے اور اتنا دور بھی گویا ستاروں کا ہمنشین ہے۔ اگر آپ چاہیں تو مجھے حکم بنا دیں یا مجھے ان کے ساتھ دوسرا یا تیسرا قرار دے دیں۔ اگر آپ یہ کہیں کہ میں اصحاب رسول میں سے نہیں، تو پھر آپ اصحاب رسول میں سے کسی کو مامور کریں اور مجھے اس کا وزیر و مشیر بنا دیں۔ اس پر حضرت علی نے کہا ''یہ لوگ ابوموسیٰ کے سوا کسی پر راضی نہیں۔ خدا اپنی منشا پوری کر کے رہے گا''۔ ۴۱

دستاویز تحکیم:

ہم یہاں تحکیم کی دستاویز کاملاً درج کرتے ہیں کچھ اختلافِ روایات بھی ہے، لیکن قدیم ترین متن دینوری کی اخبار الطّوال میں ہے، جو یہ ہے:

(۱) علی بن ابی طالب اور معاویہ بن ابی سفیان اور ان کے ہم خیالوں نے، باہمی قبول کی ہوئی چیزوں کے تحت، فیصلہ کیا ہے کہ کتاب اللہ اور سنت نبویہ کے مطابق حکم دیا جانا چاہئے؛

(۲) علی کے فیصلہ کی موجود و غائب (سارے) اہل عراق پر (پابندی) لازم ہے اور معاویہ کے فیصلہ کی

موجود و غائب تمام اہل شام پر؛

(۳) ہم نے باہمی رضامندی سے قبول کیا ہے کہ قرآن شروع سے آخر تک جو حکم دیتا ہے اس کی پابندی کی جائے گی جسے وہ زندہ کرتا ہے، ہم زندہ کریں گے، جسے وہ مار ڈالتا ہے ہم بھی مار ڈالیں گے۔ اسی (شرط) پر ہم نے باہم فیصلہ کیا اور باہمی رضامندی دی ہے؛

(۴) علی اور ان کے ہم خیالوں نے عبداللہ بن قیس (یعنی ابوموسیٰ اشعری) کو ناظر اور حکم بنانے پر رضامندی دی ہے، معاویہ اور ان کے ہم خیالوں نے عمرو بن العاص کو ناظر اور حکم بنایا ہے؛

(۵) علی اور معاویہ دونوں نے ابوموسیٰ اشعری اور عمرو بن العاص سے اللہ اور رسول خدا کا واسطہ دے کر یہ عہد اور یہ پیمان لیا ہے کہ وہ قرآن مجید کو اپنا امام بنائیں گے اور اس میں جو چیز لکھی ہوئی ملے اس کو چھوڑ کر کسی اور طرف نہ جائیں گے اور انھیں جو چیز وہاں نہ ملے تو رسول اللہ ﷺ کی سنت جامعہ کی طرف رجوع کریں گے اور اس کی عمداً ہرگز نہ خلاف ورزی کریں گے اور نہ اس میں کوئی مشتبہ چیز تلاش کریں گے؛

(۶) ابوموسیٰ اشعری اور عمرو بن عاص نے علی اور معاویہ سے اللہ کا عہد و میثاق لیا ہے کہ یہ دونوں کتاب اللہ وسنت نبویہ میں (موجودہ چیز) کے ذریعہ سے جو حکم دیں گے اس کو وہ قبول کریں گے اور انہیں یہ حق نہ ہوگا کہ اس (فیصلۂ تحکیم) کو توڑیں اور اس کے خلاف کسی اور چیز کی طرف جائیں؛

(۷) ان دونوں کو تحکیم کے بارے میں جان و مال، بال و پوست اور آل و اولاد کے متعلق امن رہے گا۔ یہ دونوں حق بات سے تجاوز نہ کریں گے چاہے وہ کسی کو پسند آئے یا ناگوار گزرے۔ ساری امت ان دونوں کی، کتاب اللہ میں مندرج اور (اس) کے مطابق کیئے ہوئے فیصلہ کے متعلق، مددگار ہوگی؛

(۸) اگر دونوں حکموں میں سے کوئی تحکیم کے طے ہونے سے قبل فوت ہو جائے تو اسی کی جماعت اور اس کے مددگار اس کی جگہ کسی اور صاحب عدل و صلاح شخص کا انتخاب کریں گے اور اس پر بھی اسی عہد و میثاق کی پابندی لازمی ہوگی جیسا کہ اس (متوفی) رفیق پر تھی؛

(۹) اور اگر اس عہد نامۂ تحکیم میں بیان کردہ مدت کے اندر دونوں امیروں (حضرت علی اور امیر معاویہ) میں سے کوئی فوت ہو جائے تو اسی کے ہم خیال ان کی جگہ کسی ایسے شخص کو منتخب کریں گے جس کی عدالت پر وہ رضامند ہوں؛

(۱۰) فریقین پر یہ فیصلۂ گفت وشنید اور جنگ بندی نافذ ہوتا ہے؛

(۱۱) اس فیصلہ نے وہ چیز واجب کردی ہے جس کا اس تحریر میں ہم نے ذکر کیا ہے کہ دونوں امیروں، دونوں حکموں اور دونوں فریقوں پر کیا شرط عائد ہوگی۔ اللہ سب سے زیادہ قریبی گواہ ہے اور اسی کی گواہی کافی ہے۔ اگر دونوں (حکم) اس کے خلاف ورزی اور تعدی کریں تو ساری امت ان کے حکم سے اپنے کو بری قرار دیتی ہے پھر ان کے لیئے نہ (حفاظت) کا عہد برقرار رہے گا نہ ذمہ؛

(۱۲) تمام لوگوں کو مدت کے ختم ہونے تک جان، مال، اولاد اور اہل وعیال کے بارے میں امن دیا جائیگا، ہتھیار اتار دیئے جائیں گے، راستے پر امن رہیں گے۔ فریقین کے غائب (غیر موجود) لوگوں کو بھی وہی (حق) حاصل ہوگا جو حاضر لوگوں کو ہے؛

(۱۳) دونوں حکموں کو حق ہوگا کہ اس مقام پر قیام کریں جو اہل عراق اور اہل شام کے مابین متوسط اور مساوی فاصلے پر واقع ہو؛

(۱۴) ان کے پاس اس کے سوا کوئی نہ جا سکے گا جس کو وہ پسند کریں اور راضی ہوں؛

(۱۵) مدتِ فیصلہ ماہِ رمضان کے اختتام تک ہے۔ اگر دونوں حکم، تحکیم کو اس سے قبل ہی کرنا چاہیں تو وہ ایسا کر سکتے ہیں اور اگر وہ مدت کے آخر تک تاخیر کرنا چاہیں تو تاخیر بھی کر سکتے ہیں؛

(۱۶) اگر مدت کے آخر تک بھی یہ دونوں حکم کتاب اللہ اور سنت نبویہ کے مندرجات کے مطابق تحکیم نہ کر سکیں تو فریقین اپنی سابقہ حالت پر عود کر آئیں گے؛

(۱۷) ساری امت پر اس بارے میں اللہ کا عہد و میثاق ہے کہ وہ ہر اس شخص کے، جو اس بارے میں الحاد، ظلم اور باہمی منافرت پھیلائے گا، خلاف ہو کر ایک ہاتھ بن کر مقابلہ کریں گے۔ ۴۲

اس دستاویز پر حضرت علی کو "امیر المومنین" نہیں لکھا گیا تھا حضرت علی نے اس پر اصرار نہیں کیا انھوں نے کہا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر بھی رسول اللہ کو محمد بن عبداللہ لکھا گیا تھا۔ بعد میں خوارج نے اسی بات کو ایشو بنالیا اور جب عبداللہ ابن عباس ان سے بات چیت کے لئے حروراء گئے تھے تو انھوں نے کہا کہ اب علی خلافت کے حقدار نہیں رہے کیونکہ انھوں نے تحکیم کی دستاویز پر خود ہی اپنے آپ کو مسلمانوں کی خلافت سے محو کر دیا ہے۔ ۴۳ اس میں شبہ نہیں کہ اس حذف کی وجہ سے حضرات علی اور معاویہ کی حیثیت مساوی ہوگی اور اس سے حضرت علی کے حق خلافت کی بنیاد کمزور پڑ گئی۔

ابن طباطبا اپنی کتاب الفخری میں جہاں حکمرانوں کے اوصاف اور حکمران پر رعایا کے حقوق بیان

کرتے ہیں، حضرت علی اور خوارج کے حوالے سے یہ نکتہ بیان کرتے ہیں"۔۔۔اور فرماں روا پر بھی رعایا کے کچھ حقوق ہیں مثلاً ملک کی حفاظت، سرحدوں کی ناکہ بندی، اطراف کی قلعہ بندی، راستوں کا امن، شرارتوں کا قلع قمع وغیرہ۔ یہ وہ حقوق ہیں جو سلطان پر واجب ہیں بلکہ یہ فرائض واجبہ ہیں انہی باتوں کی وجہ سے رعایا پر اس کی اطاعت واجب ہوتی ہے۔ خوارج امیر المومنین علی کے خلاف جو الزام جنگ صفین کے بعد لائے تھے وہ اسی قسم کا تھا کہ آپ نے تحکیم قبول کر کے سرحد شام کی حفاظت میں بہت کمی کر دی ہے لہٰذا آپ حد سے زیادہ خطا کار ہیں اس لئے ہم پر آپ کی کوئی اطاعت نہیں ہاں اگر آپ اس غلطی کا اعتراف کر کے توبہ کر لیں تو ہم آپ کی اطاعت میں آجائیں گے اور آپ کے دشمنوں سے جنگ کریں گے"۔ ۴۴

تحکیم کے متن دستاویز میں تاریخ نہیں ہے، جو ۱۷صفر ۳۷ھ مانی جاتی ہے۔ ۴۵ اس دستاویز سے رمضان تک، یعنی تقریباً سات ماہ کے لیئے جنگ بندی ہوگئی اشعث ابن قیس، اس دستاویز کا مضمون لوگوں کو سنانے کے لیئے نکلا تو کئی جگہ لوگوں نے اپنی ناراضگی کا اظہار کیا جب وہ بنوتمیم کے گروہ پر پہنچا اور دستاویز پڑھ کر سنائی تو عروہ بن اُدَیہ ۴۶ نے غیض وغضب کا اظہار کیا اور کہا "**تحکمون فی امر اللہ الرجال؟ لاحکم الا للہ**" ۴۷ (یعنی تم لوگ اللہ کے معاملہ میں آدمیوں کو حکم بناتے ہو، اللہ کے سوا کسی کا حکم نافذ نہیں ہوسکتا)۔ اس واقعہ کو خارجیت کا آغاز کہا جاتا ہے۔ یعقوبی اور مبرد کے بیان کے مطابق سب سے پہلے **لاحکم الا اللہ** کا نعرہ عروہ ہی نے لگایا اور یہ نعرہ حکمین کے اکٹھے ہونے سے قبل لگایا گیا، ۴۸ بعد میں یہ ان کی جماعت کا شعار بن گیا اور خوارج میں سے سب سے پہلے عروہ ہی نے تلوار بے نیام کی۔

حکمین کے مجتمع ہونے کے مقام کے متعلق **اُذرح** اور **دُومۃ الجندل** دونوں کا ذکر آتا ہے اس کی وجہ بلاذری نے بتادی ہے کے دونوں حکم پہلے تدمر میں ایک مہینہ رہے باہم بحث بھی ہوئی اور ہر ایک حکم اپنے اپنے امیر کو لکھ کر جوابات بھی حاصل کرتا رہا پھر تدمر سے **دومۃ الجندل** جا کر وہاں مہینہ بھر رہے پھر وہاں سے اذرح چلے گئے۔ بلاذری کے یہاں صراحت ملتی ہے کہ حکمین نے بعض کبار صحابہ مثلاً حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت سعد بن ابی وقاص وغیرہ سے درخواست کی وہ زحمت کر کے ان سے ملنے آئیں اور مشورے دیں۔ ۴۹

دوسری طرف حضرت امیر معاویہ اپنی سپاہ کے ساتھ دمشق اور حضرت علی کوفہ واپس پہنچ گئے۔

تاہم حضرت علی کی فوج کا ایک بڑا حصہ ان سے الگ ہوکر ''حروراء'' چلا گیا۔ مسعودی اور ابن اثیر کے مطابق ان کی تعداد بارہ ہزار کے لگ بھگ تھی۔ یہی لوگ خوارج تھے۔ چونکہ وہ حروراء میں جا کر مقیم ہوئے اس لیئے ''حروریہ'' بھی کہلاتے ہیں۔ ۵۰ انہوں نے شبث ابن ربعی تمیمی کو جنگ کا امیر اور عبداللہ ابن الکوا یشکری کو نماز کا امام بنایا۔ آخرالذکر کا تعلق قبیلہ بکر بن وائل سے تھا۔ خوارج کا پہلا امیر یہی شخص تھا۔ ایک قول کے مطابق اس کی وفات ۸۰ھ میں ہوئی، صدر اسلام میں بڑے علمائے انساب میں اس کا ذکر ہوتا ہے۔ ۵۱ شبث بن ربعی کا تعلق بنوتمیم سے تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق کے دور خلافت میں، فتنہ ارتداد کے دوران نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والی سجاح تمیمیہ کا یہ مؤذن رہا تھا۔

ان اطلاعات پر حضرت علی نے حضرت عبداللہ ابن عباس کو خوارج کی طرف، بھیجا اور خود بھی گئے۔ ابن عباس کو روانہ کرتے ہوئے حضرت علی نے انہیں نصیحت کی کہ خوارج سے بحث کرنے میں جلدی نہ کرنا تاوقتیکہ میں نہ پہنچ جاؤں لیکن جب عبداللہ ابن عباس وہاں گئے اور خارجی بحث کرنے لگے تو ان سے بھی خاموش نہ رہا گیا اور دونوں میں جو بحث ہوئی وہ اس لئے یہاں نقل کی جاتی ہے کہ آگے چل کر ان کے انہی بحث ومباحثہ نے ان کے ''عقائد ونظریات'' کی شکل اختیار کرلی۔

خارجیوں نے جب حکمین پر اعتراض کیا تو عبداللہ ابن عباس نے جواباً کہا: ''حکمین پر تم نے جو اعتراض کیا ہے وہ درست نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ''أن يريدا اصلاحاً يوفق الله بينهما'' [النساء، آیۃ:۳۵] (یعنی اگر وہ دونوں اصلاح کا ارادہ رکھتے ہیں تو اللہ ان میں موافقت پیدا کردے گا) تو امت محمدی کا کیا معاملہ ہے؟''۔ خوارج نے جواباً کہا: ''اللہ نے جن امور پر غور کرنے کا حکم دیا ہے وہاں تو بندے معاملات طے کرسکتے ہیں لیکن جہاں حکماً کوئی بات کہہ دی ہے مثلاً زانی کو سو کوڑے مارنا اور چور کا ہاتھ کاٹنا، وہاں بندوں کو غور کرنے کی اجازت نہیں ہے''۔

ابن عباس نے کہا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ منكمْ [المائدہ، آیۃ:۹۵] (یعنی تم میں دو عادل ان کے حکم ہوں)''۔

خوارج نے کہا: ''یہ تو شکار کے معاملہ میں، یا کھیتی کے بارے میں یا زوجین میں فیصلہ کرنے کے بارے میں ہے، کیا یہ مسلمانوں کی خونریزی کے حکم کی طرح ہے؟ کیا عمرو بن العاص جو کل تک ہم سے جنگ کرتا رہا وہ صاحبِ عدل ہے؟ اگر وہ عادل ہے تو ہمیں عدول کے علاوہ کوئی چارہ نہیں اور تم نے اللہ کے معاملہ میں

آدمیوں کو حکم بنایا ہے اور اللہ نے معاویہ اور اس کے ساتھیوں کے لئے یہ حکم نافذ فرمایا ہے کہ وہ قتل کیئے جائیں یا اپنے موقف سے رجوع کر لیں اور تم نے ان کے اور اپنے درمیان ایک دستاویز لکھ دی اور معاہدہ کر لیا حالانکہ اللہ نے مسلمانوں کے اور اہل عرب کے درمیان سورۂ برأت (سورۂ برأت سے مراد سورہ توبہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''برأۃ من اللہ والرسولہ الیٰ الذین عاھد تم من المشرکین'' کے نزول سے معاہدہ کی مخالفت کی ہے۔ بجز اس صورت کے کہ وہ جزیہ دینے کا اقرار کریں''۔ ۵۲

یہ بحث و مباحثہ جاری تھا کہ حضرت علی وہاں پہنچ گئے۔ ان کے اور خوارج کے درمیان جو گفتگو ہوئی وہ بھی نقل کی جاتی ہے۔ حضرت علی نے ان سے پوچھا: ''تمہارا سردار کون ہے؟''۔

خارجیوں نے کہا: ''ابن لکوا''۔

حضرت علی: ''تم نے ہمارے خلاف خروج کیوں کیا؟''۔

خوارج: ''کیونکہ تم نے صفین میں تحکیم کو قبول کیا''۔

حضرت علی: ''میں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم نہیں جانتے جب اہل شام نے قرآن بلند کیے تو تمہیں نے یہ کہا تھا کہ ہم اس تجویز کو قبول کرتے ہیں۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ اس جماعت کو میں تم سے زیادہ جانتا ہوں یہ لوگ دیندار نہیں ہیں''۔ پھر اس موقع پر حضرت علی نے جو کچھ کہا تھا اسے دہرایا۔ پھر انہوں نے مزید کہا ''میں نے حکمین پر یہ شرط عائد کر دی ہے کہ جس چیز کو قرآن نے زندہ کیا ہے اس کو زندہ رکھیں، اور جس چیز کو قرآن نے مٹایا ہے، اس کو مٹائیں پس اگر وہ قرآن کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں تو ہم ان کی مخالفت کرنے والے نہیں، لیکن اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو ہم حکمین کے فیصلے سے بری ہوں گے''۔

خوارج نے کہا: ''ہمیں بتایئے کہ خونریزی میں لوگوں کو حکم بنانا آپ درست سمجھتے ہیں؟''۔

حضرت علی: ''ہم نے لوگوں کو حکم نہیں بنایا، ہم نے قرآن کو حکم بنایا ہے اور وہ ایک تحریر ہے جو دوگتوں کے درمیان ہے۔ وہ خود نہیں بولتا، مگر لوگ اس کی روشنی میں کلام کرتے ہیں''۔

خوارج: ''ہم کو یہ خبر دیجئے کہ یہ مدت کس لئے مقرر کی ہے؟''۔

حضرت علی: ''تا کہ جو نہیں جانتا وہ جان لے اور جو جانتا ہے وہ ثبات حاصل کرے۔ شائد اللہ اس ذریعہ سے امت کی اصلاح فرمائے''۔ ۵۳

بہر حال مسعودی کے مطابق کافی بحث و تمحیص کے بعد حضرت علی نے حروری خوارج کو اس بات

پر آمادہ کرلیا کہ وہ کوفہ چلیں اور وہاں کے لوگوں کو اپنے خیالات سے آگاہ کریں اور انہیں بتائیں کہ انہیں کوفہ چھوڑ کر حروراء جانے کی کیا ضرورت پیش آئی۔ یہ لوگ کوفہ واپس آئے لیکن مسجد میں لا حکم الا اللہ کے نعرے لگائے اور جھگڑنے لگے۔ ۵۴

ابن عبدربہ اندلسی کی عقد الفرید میں بھی اس طرف اشارا ملتا ہے کہ جب خوارج حروراء کی طرف نکل گئے اور حضرت علی ان کے پاس گئے اور تقریر کی تو وہ آپ سے مل گئے، اس موقع پر حضرت علی نے اپنی کمان پر ٹیک لگا کر ان سے خطاب کیا اور کہا "یہ وہ مقام ہے کہ جو یہاں فتح مند ہوا وہ روزِ قیامت بھی کامیاب ہوگا۔ میں تمہیں قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم اس بات سے باخبر نہیں ہو کہ مجھ سے بڑھ کر کوئی بھی اقتدار میں آنے کو ناپسند نہیں کرتا تھا" وہ بولے "جی ہاں اس پر اللہ گواہ ہے" حضرت علی نے کہا "کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم لوگوں نے مجھے اقتدار سنبھالنے پر مجبور کیا حتیٰ کہ میں نے اسے قبول کرلیا"۔ خوارج نے کہا "اللہ گواہ ہے کہ ایسا ہی ہے"۔ حضرت علی نے کہا "پھر کیوں تم لوگوں نے میری مخالفت کی اور مجھے چھوڑ دیا؟"۔ انہوں نے کہا "ہم گناہِ کبیرہ کے مرتکب ہوئے۔ ہم نے اس گناہ سے اللہ کے حضور توبہ کرلی ہے آپ بھی اپنے گناہ سے اللہ کے حضور توبہ کیجئے۔ ہم آپ کے ساتھ مل جائیں گے"۔ حضرت علی نے کہا "میں ہر گناہ سے اللہ کے حضور توبہ کرتا ہوں" چنانچہ خارجی جو چھ ہزار تھے۔ حضرت علی کے ساتھ مل گئے۔ ۵۵

بظاہر ایسا لگتا ہے کہ یہ خوارج کوفہ واپس آگئے۔ یہاں انہوں نے یہ بات مشہور کردی کہ علی نے تحکیم سے رجوع کرلیا ہے۔ توبہ کرلی ہے اور تحکیم کو گمراہی سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اشعث ابن قیس حضرت علی کے پاس آئے اور کہا "اے امیر المؤمنین لوگ یہ بات کررہے ہیں کہ آپ نے حکومت کو گمراہی قرار دیا ہے اور اس پر قائم رہنے کو کفر سمجھا ہے اور آپ نے توبہ کرلی ہے"۔ چنانچہ حضرت علی نے لوگوں سے خطاب کیا اور واضح کیا کہ "جو یہ سمجھتا ہے کہ میں نے حکومت سے رجوع کرلیا ہے اس نے جھوٹ بولا ہے، اور جو اسے گمراہی سمجھتا ہے تو وہ خود گمراہ ہے"۔ چنانچہ خارجی مسجد سے نکل گئے۔ حضرت علی سے کہا گیا کہ یہ لوگ آپ کے خلاف بغاوت کرنے والے ہیں تو آپ نے کہا جب تک وہ لوگ میرے خلاف ہتھیار نہیں اٹھائیں گے میں ان سے نہیں لڑوں گا اور جلد ہی یہ مجھ سے لڑیں گے"۔ ۵٦

حکمین کا فیصلہ رمضان ۳۷ھ میں آنا تھا۔ اس درمیانی عرصہ میں خوارج کوفہ ہی میں موجود ہے، مسجدوں میں لا حکم الا اللہ کے نعرے لگاتے رہے، اور موقع بہ موقع حضرت علی سے آکر گفتگو بھی کرتے

رہے تاکہ وہ اپنے فیصلے سے رجوع کریں۔ ابن اثیر نے ایسی ایک ملاقات کا تذکرہ کیا ہے کہ دو خارجی حضرت علی کے پاس آئے ان میں ایک زُرعہ بن البرج الطائی اور دوسرا حرقوص بن زُہیر السعدی تھا۔ ۵۷ دونوں نے حضرت علی پر زور دیا کہ آپ سے جو غلطی ہو چکی ہے، اس پر اپنے گناہوں سے توبہ کیجئے، اس معاملہ سے رجوع کیجئے اور ہمارے ساتھ دشمن کے مقابلے کو چلئے۔ حضرت علی نے انہیں جواباً کہا کہ میرا ارادہ تو یہی تھا مگر اس وقت تم نے نافرمانی کی لہٰذا ہم ایک دستاویز پر متفق ہو گئے، جس سے اب پھرنا ممکن نہیں، کیونکہ خدا ایفائے عہد کا حکم دیتا ہے۔ حرقوص کے اس اعتراض پر کہ ''یہ تو گناہ ہے ہم کو اس سے توبہ کرنی چاہئے''۔ حضرت علی نے بڑا حکیمانہ جواب دیا تھا کہ ''یہ گناہ نہیں ہے، بلکہ عقل و دانش کی کوتاہی ہے جس سے میں نے تمہیں منع کیا تھا''۔ اس پر دونوں خارجیوں نے حضرت علی کو دھمکی دی کہ اگر آپ اپنے فیصلے سے رجوع نہیں کریں گے تو ہم آپ سے جنگ کریں گے۔ ۵۸

حضرت علی نے خوارج کے ساتھ جس رویئے کا مظاہرہ کیا نہ وہ جارحانہ تھا نہ مدافعانہ بلکہ اسے ایک حکیمانہ رویہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح ایک دن جبکہ حضرت علی خطبہ دے رہے تھے۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر لاحکم الاّ اللہ کا نعرہ لگایا اور مسجد کے مختلف گوشوں سے یہی نعرے بلند ہونے لگے۔ اس پر حضرت علی نے کہا "کلمةُ حقٍ أرید بها باطل (یعنی جملہ حق ہے مطلوب باطل ہے)۔ ہم تم سے تین باتوں کا عہد کرتے ہیں جب تک ہمارے ساتھ رہو گے ہم تمہیں اللہ کی مساجد میں آنے سے نہیں روکیں گے تاکہ تم ان میں اللہ کا ذکر کرو اور جب تک تم ہمارے ساتھ مل کر جہاد کرو گے ہم مال غنیمت میں تمہارا حصہ لگائیں گے اور جب تک جنگ شروع نہ کرو گے ہم تم سے جنگ نہیں کریں گے اور تمہارے معاملہ میں اللہ کا حکم واضح ہے''۔ ۵۹

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب تک حکمین کا فیصلہ سن کر اصحاب علی واپس نہیں آ گئے کوفہ کی یہی حالت رہی کہ خوارج نماز پڑھنے مساجد میں آتے اور بعض موقعوں پر جبکہ حضرت علی خطبہ دے رہے ہوتے، ان میں سے کوئی ایک کھڑا ہو کر لاحکم الاّ اللہ کا نعرہ لگاتا اور پھر مسجد کے مختلف گوشوں سے یہی نعرہ سنائی دینے لگتا یہاں تک حضرت علی کو اپنا خطبہ موقوف کر کے انہیں جواب دینا پڑتا۔ وہ خوارج کے اس مخصوص جملے یعنی لاحکم الاّ اللہ کے جواب میں جو مخصوص جملہ بولا کرتے تھے وہ "کلمةُ حقٍ أرید بها باطل'' تھا۔ ٦٠

دوسری طرف دونوں حکموں میں مہینوں پیچیدہ سیاسی رسہ کشی ہوتی رہی۔ بالآخر حضرت ابوموسیٰ

اشعری اور حضرت عمرو بن العاص اس بات پر متفق ہو گئے کہ حضرات معاویہ وعلی دونوں کو معزول کر کے کسی اور کا بطور خلیفہ آزادانہ انتخاب کیا جائے۔ تاہم یہ ممکن نہ تھا کہ اس سے سیاسی خلاء پیدا ہو جاتا اور پھر فریقین کی افواج کی موجودگی میں جبکہ حضرات علی ومعاویہ دونوں ہی اپنی اپنی حکومتوں کو منوانے پر تلے ہوئے تھے۔ آزادانہ انتخاب کی فضا پیدا نہیں ہو سکتی تھی۔ واحد حل یہ تھا کہ حکم کسی ایک نام پر متفق ہو جائیں اور یہ ہو نہیں رہا تھا۔

بہر حال وقت مقررہ پر تحکیمی فیصلہ سنانے کے لیئے فریقین کے نمائندے جمع ہوئے اس وقت تک عمرو بن العاص نے یہ اندازہ لگالیا کہ ابوموسیٰ اشعری، حضرت علی کی خلافت کے علاوہ کسی اور کو خلیفہ بنانے کا سوچ سکتے ہیں، بالفاظ دیگر وہ علیؓ کو معزول کر سکتے ہیں۔ یہ وہ زیادہ سے زیادہ بات تھی جس پر حکمین کا اتفاق ہو سکتا تھا۔ لہٰذا حضرت عمرو بن العاص نے، ابوموسیٰ اشعری سے آخر میں ان کی رائے پوچھی تو انہوں نے کہا ''میری رائے ہے کہ دونوں کو معزول کر دیں۔ معاملہ شوریٰ کے ذریعہ طے ہو اور مسلمان جس کو چاہیں اپنا خلیفہ منتخب کرلیں''۔ ۶۱ عمرو بن العاص نے اس بات سے اتفاق کرلیا اور جب اعلان کا موقع آیا تو عمرو بن العاص نے ابوموسیٰ اشعری کو پہلے تقریر کرنے پر زور دیا۔ تاریخ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس صورت حال نے اصحاب علی کو پریشان کر دیا تھا۔ بہر حال حضرت ابوموسیٰ اشعری نے پہلے تقریر کرتے ہوئے کہا:

''اے لوگو! ہم نے اس امت کے معاملہ پر پورا غور کیا ہے اور اس سے بہتر کوئی تجویز نہیں ہے اور اس پر میری رائے اور عمرو کی رائے کا اتفاق ہے کہ ہم علی اور معاویہ دونوں کو معزول کر دیں اور لوگوں کو یہ حق دیں کہ وہ جس کو چاہیں اس کو اپنا خلیفہ منتخب کرلیں لہٰذا میں نے علی اور معاویہ کو معزول کیا اب اس معاملہ کو تم اپنے ہاتھ میں لو جس کو تم اس منصب کا اہل سمجھو اس کو خلیفہ منتخب کرلو''۔

اس کے بعد عمرو بن العاص نے کھڑے ہو کر تقریر شروع کی اور کہا:

''انہوں نے جو کچھ کہا تم سن چکے ہو انہوں نے اپنے صاحب (یعنی علی) کو معزول کیا ہے میں بھی ان کو معزول کرتا ہوں البتہ اپنے صاحب (یعنی معاویہ) کو قائم رکھتا ہوں کیونکہ وہ ابن عفان کے ولی اور ان کے خون بہا کے طالب ہیں اور لوگوں میں سب سے زیادہ اس منصب کے اہل ہیں''۔ ۶۲

اس پر ابوموسیٰ اشعری نے عمرو بن العاص کو برا بھلا کہا، طرفین میں جھگڑا ہوا۔ شریح بن ہانی جو اصحاب علی میں سے تھے انہوں نے عمرو بن العاص پر کوڑے سے حملہ کیا تو عمرو بن العاص کے ایک بیٹے نے شریح پر کوڑے سے حملہ کیا اور لوگوں میں مزید اختلاف پیدا ہو گیا۔ اصحاب علی نے حضرت ابوموسیٰ اشعری کو سخت

تنقید کا نشانہ بنایا وہ خود اسی صورتِ حال سے پریشان تھے لہٰذا وہ خاموشی سے مکہ چلے گئے اور عمر بھر وہیں رہے۔
بعد ازاں عمرو بن العاص اور دیگر اصحاب معاویہ شام واپس چلے گئے اور معاویہ کو خلافت سونپ دی۔ ٦٣

اس تحکیم کے نتیجے میں حضرت امیر معاویہ کے موکل، یعنی عمرو بن العاص نے اپنے تدبر سے اپنے موکل کو خلیفۂ وقت حضرت علی کے ہم پلہ بنادیا دونوں حکموں نے سارا زور اس مسئلہ پر لگادیا، جس مسئلہ کے لیۓ انہیں ذمہ دار بنایا ہی نہیں گیا تھا اور جو اساسی اختلاف تھا یعنی قاتلین عثمان کی گرفتاری اور سزایابی اور جسے لے کر امیر معاویہ میدان میں اترے تھے، ذرا بھی زیر بحث نہیں آیا۔ اہل عراق اپنی جگہ بالکل مطمئن تھے کہ فیصلہ علی بن ابی طالب کے حق میں ہوگا کیونکہ سارے عالم اسلام میں کوئی ایسا شخص نہیں تھا جو اپنے بارے میں یہ خیال کرتا ہو کہ خلافت و امامت کے سلسلے میں وہ علی سے افضل ہے۔ اہل شام، حضرت معاویہ کے ساتھ ہوکر اس بات پر جنگ نہیں کر رہے تھے کہ وہ معاویہ کو خلیفہ بنادیں، نہ خود حضرت امیر معاویہ، علی کے مقابلے میں خلافت کے دعویدار تھے۔ ان کے اختلاف کی بنیاد قصاص عثمان کا معاملہ تھا جو ظلماً قتل کردیئے گئے تھے اور امیر معاویہ یہ سمجھتے تھے کہ قاتلین عثمان، علی کے لشکر میں موجود ہیں اور علی ان پر حد شرعی جاری نہیں کررہے ہیں۔ لیکن ابن العاص نے اپنی حکمت علی سے ابوموسیٰ اشعری کو اپنا ہمنوا بنالیا اور دونوں نے اصل اختلافی مسئلہ یعنی قاتلین عثمان کے معاملے کی نوعیت و کیفیت پر کسی قسم کی گفتگو نہیں کی۔ ان دونوں نے حکم کی حیثیت سے نہ وجوہ اختلاف پر کوئی روشنی ڈالی، نہ اسباب اختلاف پر کوئی فیصلہ صادر کیا۔ انہوں نے ایک ایسے مسئلہ کو زیر بحث بنالیا جو ان کے دائرہ اختیار سے باہر تھا، جس کے بارے میں فیصلہ کرنے کا انہیں کسی نے مجاز نہیں بنایا تھا۔ امر تحکیم کا اس بات سے کوئی تعلق نہیں تھا کہ وہ اس پر غور کرنے لگتے کہ خلافت کی صلاحیت کون رکھتا ہے اور کون نہیں رکھتا۔ یہ بالکل خارج از بحث بات تھی۔ ٦٤

اصحاب علی بھی واپس کوفہ آگئے۔ حکمین کے فیصلے کے ردعمل میں حضرت علی نے کوفہ میں جو خطبہ دیا وہ یوں ہے:

”سب تعریف اللہ کے لیئے ہے، اگرچہ زمانہ بڑے بڑے حادثات اور مصائب لے کر آیا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ امابعد! نافرمانی کے بعد افسوس ہوتا ہے، اور ندامت ہوتی ہے، میں نے ان دونوں آدمیوں کے بارے میں اور فیصلے کے بارے میں پہلے آگاہ کردیا تھا، اور اپنی رائے واضح کردی تھی۔ اگرچہ یہ بہت چھوٹا معاملہ تھا مگر جو کچھ

میں چاہتا تھا تم نے اس کا انکار کیا اور میری اور تمہاری حالت وہ تھی جس کے متعلق ہوازن کے بھائی نے کہا ہے:

أمرتھُم أمری بمنعرجِ اللِّوی فلم یستبینو الرشد اءلّا ضُحی الغدِ

[یعنی میں نے منعرج اللوی کے مقام پر ان کو اپنی رائے بتادی تھی۔ مگر انہیں دوسرے دن، دوپہر کے بعد عقل آئی]۔

آگاہ ہوجاؤ کہ جن دو آدمیوں کو تم نے حکم مقرر کیا تھا انہوں نے قرآن کے احکام کو پس پشت ڈال دیا اور جس کو قرآن نے فنا کیا تھا اس کو زندہ کردیا اور ان دونوں میں سے ہر ایک نے اپنی خواہش کی پیروی کی جو اللہ کی طرف سے ہدایت نہ تھی۔ لہٰذا بغیر واضح دلیل کے اور گذشتہ قاعدہ کے خلاف فیصلہ کیا اور اپنے فیصلے میں اختلاف کیا اور دونوں میں سے کسی کو ہدایت نصیب نہیں ہوئی۔ پس اللہ اور اس کا رسول ان دونوں سے بیزار ہیں۔ نیک مومن بھی بیزار ہیں۔ لہٰذا جنگ کے لیئے مستعد ہوجاؤ اور شام کی طرف کوچ کرنے کے لیئے تیار ہوجاؤ اگر اللہ چاہے تو دوشنبہ تک اپنی چھاونی میں آجاؤ"۔ ۶۵

گویا حضرت علی نے تحکیم کے فیصلے کو مسترد کردیا۔ حضرت علی اور امیر معاویہ میں معاہدہ ہوا تھا کہ تحکیم متفقہ ہوتو ان پر اس کی پابندی عائد ہوگی، وہ متفق علیہ نہ ہوسکی اس لئے نا قابلِ نفاذ تھی، اور جیسا کہ معاہدہ کی دفعہ ۱۶ میں صراحت ہے اس سے حضرت علی کا بظاہر کوئی نقصان نہ ہوا، ان کی حالت سابقہ عود کر آئی۔ لیکن دوسری طرف حضرت معاویہ کی پوزیشن پہلے سے بہتر ہوگئی، تحکیم سے ان کا پہلا فائدہ ہوا کہ جنگ بندی ہوگئی، جس کے وہ خواہشمند تھے، کیونکہ حضرت علی سے جنگ کی صورت میں انہیں مسلسل رومیوں کی طرف سے حملہ کا خطرہ لگا ہوا تھا۔ نیز اس جنگ بندی سے انہیں جو مہلت ملی اس میں انہوں نے اپنی عسکری اور سیاسی حیثیت کو بہتر کرنے پر ضرور توجہ کی ہوگی۔ جبکہ حضرت علی کے ہاں اسی زمانے میں پھوٹ پڑ گئی۔ خوارج نے اس نازک وقت میں، جبکہ اتحاد و اتفاق کی سب سے زیادہ ضرورت تھی، ایسے مباحث چھیڑ دیئے جو نہ علمی حیثیت سے معقول تھے اور نہ سیاسی نقطۂ نظر سے فائدہ مند۔ بہر حال حضرت علی نے تحکیم کے فیصلے کو مسترد کرتے ہوئے، شام پر لشکر کشی کا اعلان کردیا۔

حواشی: دوسرا باب

۱ حضرت عبداللہ بن سلام کا جاہلی نام حصین تھا، قبولیت اسلام کے بعد رسول اللہ نے عبداللہ نام رکھا، ان کی کنیت ابو یوسف تھی۔ یہود مدینہ کے خاندان قینقاع سے تعلق رکھتے تھے۔ قبیلۂ خزرج میں ایک خاندان بنی عوف کے نام سے مشہور ہے اس میں ایک شاخ کا نام قواقل ہے، حضرت عبداللہ اسی قواقل کے حلیف تھے۔ رسول اللہ کی ہجرت کے بعد اولین اسلام لانے والوں میں شامل تھے۔ بدر اور اُحد کے غزوات میں شرکت کے متعلق اختلاف ہے۔ تاہم خندق اور اس کے بعد جو معرکے پیش آئے سب میں شریک ہوئے۔ حضرت عمر کے عہد خلافت میں جب حضرت عمر صلح بیت المقدس کے لیئے مدینہ سے شام روانہ ہوئے تو حضرت عبداللہ بن سلام بھی ہمراہ تھے۔

حضرت عثمان کا جب باغیوں نے محاصرہ کیا تو عبداللہ بن سلام ان کے پاس گئے اور کہا میں آپ کی مدد کے لئے تیار ہوں۔ حضرت عثمان نے کہا تمہارا مکان کے اندر رہنا ٹھیک نہیں، باہر جا کر مجمع منتشر کرو، حضرت عبداللہ باہر آئے اور ایک مختصر تقریر کی ''لوگو! میرا نام جاہلیت میں فلاں تھا، رسول اللہ نے عبداللہ رکھا، میرے متعلق قرآن میں کئی آیات نازل ہوئیں چنانچہ **شهد شاهد من بني اسرائيل** اور **قل كفى بالله شهيداً بيني و بينكم ومن عنده علم الكتاب** میری ہی شان میں اتری ہیں۔ خدا کی تلوار اب تک نیام میں ہے اور فرشتوں نے تمہارے شہر کو جو رسول اللہ کا دارالہجرت ہے، اپنا نشیمن بنالیا ہے۔ پس ڈرو، خدا سے ڈرو اور ان کو قتل نہ کرو، خدا کی قسم اگر تم ان کے قتل پر کمر بستہ ہوئے تو تمہارے ہمسائے فرشتے مدینہ چھوڑ دیں گے اور خدا کی وہ تلوار نکل پڑے گی جو اس وقت تک نیام میں ہے اور جو پھر قیامت تک نیام میں واپس نہ جائیگی''۔ لیکن باغیوں پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا بلکہ کہنے لگے اس یہودی اور عثمان دونوں کو قتل کردو۔

جب حضرت علی کوفہ کے ارادہ سے نکلے تو عبداللہ ابن سلام نے پیغام بھجوایا کہ رسول اللہ کا منبر نہ چھوڑیئے، ورنہ پھر اس کی زیارت نہ کرسکیں گے۔ ان کی یہ بات بھی درست ثابت ہوئی حضرت علی اپنے معاملات میں اس طرح الجھے کہ پھر مدینہ نہ آسکے۔ حضرت عبداللہ کا انتقال ۴۳ھ میں مدینہ منورہ میں، امیر معاویہ کے زمانۂ خلافت میں ہوا۔ یہ نہ جنگ جمل میں شریک تھے نہ صفین میں، بلکہ اس غیر جانبدار گروہ میں تھے جو مدینہ سے باہر نہیں نکلا۔ توراۃ اور انجیل کے عالم تھے، اسلام لانے کے بعد قرآن، حدیث کے عالم ہوئے، آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوا جن کی طرف سے مسائل میں فتویٰ لیا جاتا تھا۔ (ندوی، مجیب اللہ، اہل کتاب صحابہ وتابعین، حصہ دوئم، ص ۶۹ تا ص ۷۵، اعظم گڑھ، ۱۹۵۱ء)

٢ عماد الدین ابن کثیر، البدایۃ و النہایۃ جلد ٧، ص ٢٠٨ (دار المعرفۃ، بیروت، لبنان) الطبعۃ العاشرہ ١٤٢٨ھ/٢٠٠٧ء

٣ مسعودی، مروج الذہب و معادن الجوہر، جلد ٢، ص ٣٨٨، تاہم مسعودی اپنی دوسری کتاب "التنبیہ و الاشراف" ص ١٤٤ میں یہ مدت سات مہینے تیرہ دن بتاتے ہیں۔

٤ ابن اثیر، الکامل، جلد ٢، ص ٦٣٠۔ طبری، تاریخ طبری، جلد ٣، ص ٧١، اخبار الطوال، ص ٢٩٦

٥ یاقوت حموی، معجم البلدان، جلد ٣، ص ٤١٤ (دار احیاء التراث العربی۔ بیروت، لبنان) ١٣٩٩ھ/١٩٧٩ء

٦ مسعودی، مروج الذہب و معادن الجوہر، جلد ٢، ص ٣٨٨

٧ یاقوت حموی، معجم البلدان، جلد ٣، ص ٤١٤

٨ مسعودی، مروج الذہب و معادن الجوہر، جلد ٢، ص ٣٨٨

٩ یعقوبی، تاریخ یعقوبی، جلد ٢، ص ١٨٨۔ ابن کثیر، البدایہ و النھایہ، جلد ٧، ص ٢٧١

١٠ بغدادی، ابن حبیب، المحبّر، ص ٢٩٠ تا ٢٩٦

١١ طبری، تاریخ طبری، جلد ٣، ص ٧٧

١٢ الکامل، جلد ٢، ص ٦٦٣

١٣ اخبار الطوال، ص ٣٣٥

١٤ طبری تاریخ طبری، جلد ٣، ص ٧٩

١٥ طبری، تاریخ طبری، جلد ٣، ص ٨٢

١٦ اکبر آبادی، سعید احمد، عثمان ذوالنورین، ص ٢٦٦

١٧ ابن اثیر، الکامل، جلد ٢، ص ٦٤٧۔ طبری، تاریخ طبری، جلد ٣، ص ٨٤

١٨ صدیقی، علی محسن الخوارج از جولیس ولہاوزن ص ١٥ [مقدمہ] (قرطاس، کراچی ٢٠٠٩ء)

١٩ طبری، تاریخ طبری، جلد ٣، ص ٩٢

٢٠ اخبار الطوال، ص ٣٢٤

٢١ عمار بن یاسر کا تعلق یمنی اور قحطانی قبیلہ مذحج سے تھا۔ عمار کے والد یاسر ابن عامر اور ان کے دو بھائی حارث اور مالک اپنے بھائی کو ڈھونڈھنے یمن سے مکہ آئے۔ حارث اور مالک تو یمن واپس چلے گئے مگر یاسر مکے میں مقیم ہو گئے۔ انہوں نے ابوحذیفہ بن مغیرہ مخزومی سے محالفت کر لی۔ ابوحذیفہ نے اپنی باندی سمیہ بنت خیاط سے نکاح کر دیا۔ اس سے عمار پیدا ہوئے۔ عمار کو ابوحذیفہ نے آزاد کر دیا۔ عمار کی کنیت ابوالیقظان تھی۔ قدیم الاسلام تھے۔ مکہ کے ان کمزور لوگوں میں تھے جن پر اسلام لانے کی وجہ سے بدترین ظلم کیا گیا،

انہیں جلایا اور ڈبویا گیا تا کہ دین سے پھر جائیں۔ رسول اللہ انہیں صبر کی تلقین کرتے۔ دوسری ہجرت حبشہ میں شامل تھے۔ بدر، اُحد اور خندق تمام مشاہد میں رسول اللہ کے ہمراہ حاضر ہوئے۔ مسجد نبوی تعمیر کرنے والوں میں تھے، حضرت عمر نے انہیں کوفہ کا امیر بنا کر بھیجا تھا تاہم بعد میں معزول کر دیا تھا۔ حضرت علی کے ہمراہ جنگ جمل میں شریک تھے اور جنگ صفین میں بھی جبکہ اس وقت آپ کی عمر نوے سال سے زائد تھی، صفین ہی میں دفن کیئے گئے۔ (محمد ابن سعد، الطبقات الکبریٰ جلد ٣، ص ١٣١ تا ص ١٤١)

٢٢ ابن سعد، طبقات الکبریٰ جلد ٣، ص ١٣٢ و بعدہٗ۔ طبری، تاریخ طبری جلد ٣، ص ٩٨

٢٣ ایضاً، جلد ٣، ص ١٣٤

٢٤ ابن سعد، طبقات الکبریٰ، جلد ٣، ص ١٣٨، ص ١٤٠۔ ابن اثیر، الکامل جلد ٢، ص ٦٧٧

٢٥ دینوری، ابوحنیفہ، اخبار الطّوال، ص ٢٨٢

٢٦ طبری، تاریخ طبری، جلد ٣، ص ١٠٠

٢٧ اردو دائرۃ المعارف الاسلامیہ، جلد ٢/١٤، ص ٣٨۔ اخبار الطّوال ص ٣٥٠

٢٨ ابن اثیر، الکامل، جلد ٢، ص ٦٦٧۔ طبری، تاریخ طبری جلد ٣، ص ١٠١

٢٩ البدایة والنهایة، جلد ٧، ص

٣٠ امیر معاویہ کی فوج میں بھی کم وبیش چار ہزار قرا تھے۔ (طبری جلد ٣، ص ٩٦)

٣١ ابن اثیر، الکامل، جلد ٢، ص ٦٦٨۔ اخبار الطّوال، ص ٣٥٤

٣٢ اشعث کا نام معدیکرب اور کنیت ابو محمد تھی، تاہم وہ اپنے لقب ''اشعث'' (پریشان بال) سے معروف تھا حضر موت کے کندہ کا سردار تھا۔ ١٠ھ میں یہ بنو کندہ کے وفد کا سردار تھا جو مدینہ میں رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اسی ملاقات میں یہ طے ہوا کہ اشعث کی بہن قیلہ کا نکاح رسول اللہ کے ساتھ کیا جائے لیکن قیلہ کے مدینہ پہنچنے سے پہلے ہی آپ کا انتقال ہوگیا۔ رسول اللہ کی وفات کے ایک سال بعد اشعث اپنے کنبے کے ساتھ باغی ہوگیا اور اسلامی فوج نے قلعہ النُّجیر میں اس کا محاصرہ کر لیا۔ بعد ازاں اس نے جان بخشی کے وعدہ پر یہ قلعہ مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔ وہ مدینہ لایا گیا جہاں حضرت ابوبکر نے اسے معاف کر دیا اور اپنی ایک بہن ام فروہ (یا قُریبہ) سے اس کی شادی کر دی۔ شام اور عراق کی جنگوں میں شریک تھا۔ اس کے بعد وہ کوفہ میں ہی قیام پذیر ہوگیا، یہاں بھی اسے بنو کندہ کی سرداری نصیب رہی۔ جنگ صفین میں اس نے لڑائی اور صلح کی بات چیت میں نمایاں حصہ لیا، اس نے حضرت علی کو مجبور کیا کہ وہ تحکیم کو منظور کریں، اسی نے ابوموسیٰ اشعری کو حکم بنانے کا اصرار کیا تھا جبکہ حضرت علی اس پر راضی نہیں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ شیعی روایات میں اسے اور اس کے سارے گھرانے کو پکا غدار قرار دیا گیا ہے۔ (دیکھئے

کتاب المحبّر، ص۲۴۴) اس کی ایک بیٹی جعدہ، حضرت حسن بن علی کے نکاح میں تھی، یوں وہ حضرت علی کا سمدھی بھی تھا۔ اس کا انتقال ۴۰ھ/۶۶۱ء میں جبکہ حضرت حسن خلیفہ تھے، وفات پائی (دائرہ معارف اسلامیہ، جلد۲ ص۷۹۵ تا ۷۹۶) حضرت عثمان کے زمانے میں وہ سارا عرصہ آذربائی جان میں گورنر کی حیثیت سے مقیم رہا، لوگ جن اسباب کی بناء پر حضرت عثمان سے ناراض تھے اس میں ایک وجہ اشعث کی گورنری بھی تھی کیونکہ حضرت عثمان نے اشعث کے ساتھ نسبتی رشتہ قائم ہونے پر اسے حاکم بنایا تھا۔ رشتہ یہ تھا کہ اشعث کی بیٹی کی شادی حضرت عثمان کے بیٹے سے ہوئی تھی۔ (اخبار الطّوال، ص۲۹۶)

۳۳ الکامل، جلد۲، ص۶۶۹

۳۴ اخبار الطّوال، ص۳۵۳

۳۵ فخری، ص۹۱

۳۶ یعقوبی، تاریخ یعقوبی، جلد۲، ص۱۸۹

۳۷ یعقوبی، تاریخ یعقوبی، جلد۲، ص۱۸۱۔ ابوحنیفہ دینوری، اخبار الطّوال، ص۲۷۸

۳۸ مسعودی، مروج الذھب ومعادن الجوہر، جلد۲، ص۳۹۶

۳۹ احنف ابن قیس بصرہ میں قبیلہ بنوتمیم کے سردار تھے۔ ان کی کنیت ابو بحر تھی، ان کا شجرہ نسب احنف ابن قیس بن معاویہ بن حصین بن حفص بن عبادہ بن النزال ابن مرہ بن عبید تھا (جمھرہ انساب العرب، ص۔۲۱۷) اپنی قوم اور علاقے میں ان کی بڑی عزت تھی، ان کی شخصیت اس انداز کی تھی کہ لوگ کہتے تھے کہ جب وہ غضب ناک ہوتے تو ان کے غصے کی وجہ سے ایک لاکھ تلواریں تڑپ کر باہر آجایا کرتی تھیں، یہ جانے بغیر کہ احنف کو کس بات پر غصہ آیا ہے۔ جنگ جمل میں احنف کسی فریق کے ساتھ نہیں تھے (المعارف، ص۱۸۷، اخبار الطّوال، ص۲۸۳) البتہ جنگ صفین میں حضرت علی کی طرف تھے۔ اپنی قوم اور علاقے میں ان کی حیثیت اور مرتبہ کی وجہ سے اپنے دور خلافت میں حضرت امیر معاویہ نے ان کو اپنا مقرب بنایا۔ حتیٰ کہ امیر معاویہ ایسے گورنر کو معزول کردیتے تھے جس سے احنف ناراض ہوجاتے۔ عقل مندی، بلند حوصلگی، سخاوت اور مرّوت میں ان کا بڑا مرتبہ تھا۔ احنف پیدا ہوئے تو ان کے جسم کا زیریں حصہ جڑا ہوا تھا، جسے شگاف ڈال کر علیحدہ کیا گیا، اور وہ یک چشم تھے۔ احنف، مصعب ابن زبیر کے زمانۂ امارت تک زندہ رہے، کوفہ میں انتقال کیا، زیاد بن ابی سفیان کی قبر کے قریب مدفون ہوئے۔ زیاد کی قبر ثوِیّہ کے نزدیک ہے۔ احنف کا صرف ایک بیٹا تھا جس کا نام بحر تھا، اور بحر کی صرف ایک بیٹی تھی، یوں احنف کی نسل نہیں چلی (المعارف، ص۱۸۷، فجر اسلام از احمد امین المصری، ص۷-۱۸۶)

۴۰ ابن اثیر، الکامل، جلد۲، ص۶۷۰

۴۱ دینوری، اخبار الطوال، ص ۳۵۷

۴۲ ایضاً ص ۳۵۸ تا ۳۶۱ (مزید دیکھئے ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی مرتبہ الوثائق السیاسیہ، نمبر ۳۲۷، ص ۲۸۱)

۴۳ العقد الفرید، جلد ۲، ص ۲۳۳

۴۴ ابن طقطقا، محمد بن علی بن طباطبا، الفخری ص ۳۴۔ (دار بیروت، بیروت ۱۹۸۰ء)

۴۵ بقول طبری یہ ۱۳، صفر ۳۷ھ/۳۱، جولائی ۶۵۷ء کا واقعہ ہے اور دینوری کے مطابق یہ دستخط ۲۷، صفر کو ہوئے۔

۴۶ ابن الجوزی، تلبیس ابلیس، ص ۱۵۶۔ (عروہ بن اُدیّہ کو عروہ بن حُدیر بھی کہا گیا ہے۔ حُدیر اس کے والد کا نام جبکہ ''اُدیّہ'' اس کی دادی تھی جو قبیلۂ محارب سے تعلق رکھتی تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اُدیہ، عروہ اور اس کے بھائی ابو بلال کی رضاعی ماں تھی۔ عروہ اور اس کا بھائی ابو بلال مرداس ابتدائی خارجیوں کے سردار تھے۔ عبید اللہ ابن زیاد نے عروہ کو پکڑوا کر بصرہ میں مقبرۂ بنی حصن میں قتل کرادیا تھا۔ ابن قتیبہ، المعارف ص ۱۸۰)

۴۷ ابن اثیر، الکامل، جلد ۲، ص ۶۷۲

۴۸ یعقوبی، تاریخ یعقوبی، جلد ۲، ص ۱۹۰۔ مبرّد، الکامل، ص ۵۷۸

۴۹ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد، ص ۴۰ (بہ حوالہ بلاذری، انساب، مخطوطہ استنبول ۱:۳۸۴)

۵۰ یاقوت حموی، معجم البلدان، جلد ۲، ص ۲۴۵ (دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۹۷۹ء)

۵۱ فواد سیزگین، تاریخ علوم اسلامیہ، جلد ۲، ص ۳۶، مترجم: شیخ نذیر حسین (لاہور ۱۹۹۷ء)

۵۲ الکامل، جلد ۲، ص ۶۷۹

۵۳ الکامل، جلد ۲، ص ۶۷۹، ۶۸۰

۵۴ مسعودی، مروج الذھب و معادن الجوہر، جلد ۲، ص ۴۳۸

۵۵ ابن عبد ربہ الاندلسی، العقد الفرید، جلد ۲، ص ۵۹۷

۵۶ العقد الفرید، جلد ۲، ص ۵۹۷

۵۷ حرقوص کا نام پہلی دفعہ عرب مورخین نے ۱۷ھ/۶۳۸ء میں لیا ہے، جب کہ خلیفہ وقت حضرت عمر نے اسے ایرانی سپہ سالار ہرمزان کے خلاف اہواز بھیجا تھا۔ حرقوص نے ہرمزان کو شکست دی اور سوق الاہواز کو فتح کیا، حرقوص کو حضرت عمر کی طرف سے ''امیر قتال'' کا خطاب دیا گیا۔ دوسری بار حرقوص اس وقت سامنے آتا ہے جب ۳۵ھ میں کوفہ، بصرہ اور مصر سے مخالفین عثمان کے گروہ مدینہ آئے، حرقوص بصری گروہ کا قائد تھا۔ حضرت عثمان کے گھر کے محاصرے، شہادت اور انتخاب علی کے معاملات میں حرقوص نے کوئی اہم حصہ نہیں لیا۔ جب حضرات طلحہ، زبیر اور عائشہ قصاص عثمان کے لئے بصرہ گئے اور وہاں ایک جنگ میں چھ سو کے قریب اہل بصرہ قتل ہوئے اور بصرہ پر حضرات طلحہ و زبیر کا قبضہ ہو گیا اور انھوں نے اہل بصرہ سے مطالبہ

کیا کہ ان تمام لوگوں کو ان کے حوالے کیا جائے جو قتل عثمان میں شریک تھے، اس موقع پر حرقوص کی اس کے قبیلے بنو سعد میں حفاظت کی اور حضرات طلحہ و زبیر حرقوص پر قابو نہ پاسکے باوجود اس کے کہ بنو سعد حضرت عثمان کے طرف داروں میں سے تھے۔ جنگ صفین کے موقع پر حرقوص حضرت علی کی طرف سے شامل تھا بعد میں حرقوص نے خوارج کی حمایت کر کے بالکل متضاد رویہ اختیار کر لیا۔ حرقوص جنگ نہروان میں مارا گیا اس کو غلطی سے عمرو ذوالخویصرہ تمیمی یا ذوالثدیہ بھی سمجھا گیا ہے۔ ابن اثیر کی اسد الغابہ کے مطابق یہ صحابی رسول تھا لیکن اس کے علاوہ صحابہ کرام کے کسی سیرت نگار نے اسے صحابی قرار نہیں دیا۔ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب الاستیعاب میں اس کا ذکر نہیں کیا۔ ابن اثیر اور ذہبی اس کے خارجی ہونے کو حقیقت تسلیم کرتے ہیں۔ ابن حجر کا بیان ہے کہ نہروان کے خوارج کے درمیان حرقوص جیسے صحابی کی موت واقع ہونے میں شک کیا جاتا ہے۔ (دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ٨، ص ٢-١٠١)

٥٨ ابن اثیر، الکامل، جلد ٢، ص ٦٨٥۔ ابن الجوزی، تلبیس ابلیس، ص ١٦٠

٥٩ الکامل ابن اثیر جلد ٢، ص ٦٨٥

٦٠ یعقوبی جلد ٢، ص ١٩١ (عقد الفرید میں یہ جملہ یوں ہے کلمةُ حق یُرادُ بها باطل، احمد بن محمد بن عبدربہ الاندلسی العقد الفرید، جلد ٢، ص ٢٣٢، دارلکتب علمیہ ١٩٧١ء)

٦١ الکامل، جلد ٢، ص ٦٨٣

٦٢ ایضاً

٦٣ الکامل، جلد ٢، ص ٦٨٤۔ مسعودی، مروج الذہب و معادن الجوہر، جلد ٢، ص ٤٤٣

٦٤ عمر ابوالنصر، تاریخ خوارج، مترجم: رئیس احمد جعفری، ص ٣٤، ٣٥

٦٥ الکامل، جلد ٢، ص ٦٨٨